



# E-Content

Instructional Media Centre  
Maulana Azad National Urdu University  
Gachibowli, Hyderabad - 32  
T.S. India

## Subject / Course - M.A (1st) Islamic Studies

Paper : I / ISLAM TARUF WA TALEEMAT

Module Name/Title : Zakaat ki Ahmiyat



### DEVELOPMENT TEAM

CONTENT	DDE
PRESENTATION	Dr Sanaullah Nadvvi, Dr Fahim Akhtar
PRODUCER	Mr. Md Mujahid Ali



Instructional Media Centre  
Maulana Azad National Urdu University  
Gachibowli, Hyderabad - 32  
T.S. India



# اکائی 8 : زکوٰۃ

## اکائی کے اجزاء

- 8.1 مقصد
- 8.2 تمہید
- 8.3 تعارف اور مصالح
- 8.4 نصاب زکوٰۃ
- 8.5 مصارف زکوٰۃ
- 8.5.1 فقراء و مساکین
- 8.5.2 عاملین زکوٰۃ
- 8.5.3 موالفة القلوب
- 8.5.4 غلاموں کی آزادی
- 8.5.5 مقرض
- 8.5.6 فی سبیل اللہ
- 8.5.7 ابن اسپیل (مسافر)
- 8.6 طریقہ زکوٰۃ
- 8.7 خلاصہ
- 8.8 نمونے کے امتحانی سوالات
- 8.9 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

## 8.1 مقصد

اس اکائی کے مطالعہ کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ اسلام میں زکاۃ کا مفہوم اور اس کی اہمیت کو سمجھ لیں، آپ اس بات سے بھی آگاہ ہو جائیں گے کہ زکاۃ کا نصاب کیا ہے، زکاۃ کن لوگوں پر واجب ہے اور زکاۃ کہاں خرچ کی جائے گی، نیز زکاۃ کے مصالح کیا ہیں؟

اسلامی زندگی میں زکوٰۃ کی بڑی اہمیت ہے۔ اور اسلام کے اقتصادی نظام میں زکوٰۃ ایک روح کی مانند ہے۔ موجودہ دور کے معاشی و اقتصادی بحران کے حل میں زکوٰۃ کا اہم کردار ہو سکتا ہے۔ زکوٰۃ کے معنی پاک کرنے اور اضافہ کرنے کے آتے ہیں۔ آدی اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکال کے اس کو پاک کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس مال کی پروش فرماتا ہے جس میں سے زکوٰۃ نکالی گئی ہے۔ اور جو مال زکوٰۃ میں دیا گیا، اس میں بھی حسب نیت اضافہ کرتا رہتا ہے۔ زکوٰۃ ایک فریضہ ہے، جو نماز و روزہ کی طرح انسان کے اوپر فرض ہے۔ اس کا کمی میں طلبہ کو زکوٰۃ کے معنی و مفہوم اور اسکی اہمیت و معنویت کے ساتھ زکوٰۃ کے تحقیقیں اور تقسیم زکوٰۃ کے طریق کا روکوبیان کیا جائے گا۔ نیز زکوٰۃ کے احکام و مساں پر روشنی ڈالی جائے گی۔

### 8.3 تعارف اور مصائر

اسلام کی پانچ بنیادوں میں سے ایک زکوٰۃ ہے، زکوٰۃ کے لئے ایک دوسرا الفاظ صدقہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحی لفظ زکوٰۃ ہے اور ایک خاص مفہوم میں زکوٰۃ ہی استعمال ہوتا ہے۔ لفظ صدقہ کے دوسرے معنا ہیم ہیں۔  
زکوٰۃ کے لفظی معنی دو آتے ہیں: پاک کرنا اور بڑھانا۔ قرآن مجید میں دونوں معنی میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورہ مریم میں ہے۔

وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّاً。 وَحَنَّانًا مِنْ لَدُنَّا وَرَكَّاةً وَكَانَ تَقِيًّا (مریم: 12-13)

”اور ہم نے اس کو بچپن میں ہی فیصلہ کی تو ت عطا کی تھی اور اپنے پاس سے نرم دلی اور پاکیزگی، اور وہ نہایت پر ہیزگار تھا۔“

ایک دوسری آیت میں ہے:

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُنَزَّكُهُمْ بِهَا وَصَلَّ عَلَيْهِمْ (توبہ: 103)

”تم ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول کرو، اس سے تم ان کو پاک کر و اور ان کا تزکیہ اور ان کے لئے دعا کرو۔“

صدقہ کے لفظی معنی صداقت اور سچائی کے آتے ہیں، لیکن اس کا بکثرت استعمال خیرات و عطیات کے لئے ہوتا ہے، جیسے قرآن میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ نَعَاهَدَ اللَّهُ لَيْسُ آتَانَا مِنْ فَضْلِهِ لَأَنَّهُمْ لَفَقَنْ (توبہ: 75)

”ان میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اس نے ہم کو اپنے فضل سے بہت سامال عطا فرمایا تو ہم خوب خیرات کریں گے۔“

قرآن مجید میں اپنے اموال میں سے صدقات اور زکوٰۃ دونوں کے نکالنے کا حکم ہے۔ صدقات کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک فرض یعنی زکوٰۃ جو صرف امیروں پر فرض ہے۔ دوسراے واجب جو صدقہ الفطر ہے یہ بھی صرف امیروں پر واجب ہے اور رمضان میں دیا جاتا ہے۔ تیسرا نفل صدقات جو کوئی بھی آدمی اپنی حیثیت کے سطابق غریبوں کی امداد کرتا ہے۔ فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ کے علاوہ بھی اسلام میں صدقہ کرنے کی بڑی تاکید آتی ہے اور بسا اوقات زکوٰۃ کے علاوہ دیگر نفل صدقات واجب بھی ہو جاتے ہیں۔ قرآن نے ایک طرف تو صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ دوسری طرف صدقہ کرنے والوں کی تعریف و توصیف کی ہے اور صدقہ کرنے کو ایمان و عمل صالح سے جوڑا ہے۔ تیسرا طرف مال و دولت کی بے انتہا محبت کی نذمت کی ہے۔ اس طرح مختلف پہلوؤں کے ذریعہ لوگوں کو صدقہ و خیرات کی طرف متوجہ کیا ہے۔

زکوٰۃ کا ایک خاص پہلو یہ ہے کہ حس طرح نماز انسان کی بدنبی عبادت ہے، اسی طرح زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ نماز کے ذریعہ بندہ رب العزت کی بارگاہ میں اس کا اعتراف کرتا ہے کہ اس کی جان رب العالمین کا عطا یہ ہے اور وہ پوری طرح اپنے رب کا تابع فرمان ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کے ذریعہ بندہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کا مال بھی اللہ کا عطا یہ ہے اور وہ اپنے مال کو حکم خداوندی سے ہرجگہ خرچ کرنے کو تیار ہے۔

اسلام کی نظر میں صدقہ کرنا اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اتنا ہم ہے کہ قرآن مجید میں تقریباً یہاں (82) مقامات پر نماز اور مال کا تذکرہ ایک ساتھ آیا ہے، مثلاً:

وَمَا أُمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءٌ وَيُقْبِلُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ  
وَذَلِكَ دِينُ الْقِيمَةِ (البینہ: 5)

”ان کو صرف اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ ہی کی مخلصانہ بندگی کریں بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔ اور یہی دین ہے بالکل درست۔“

ایک جگہ فرمایا گیا:

فَإِنْ تَأْبُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا الزَّكَاةَ فَخَلُوًا سَبِيلُهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (توبہ: 5)  
”اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بخششے والا اور مہربان ہے۔“

احادیث میں بھی کثرت سے زکوٰۃ دینے کا حکم وارد ہوا ہے۔ رسول اللہ جس کسی کو بیعت کرتے تو اس سے زکوٰۃ ادا کرنے کی بابت بھی عہد لیا کرتے تھے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ سے میں نے صرف تین چیزوں کے بارے میں بیعت کی، نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر معاہلے میں مسلمانوں کی خیر خواہی کرنے کی (بخاری) اسلام میں نماز اور زکوٰۃ دونوں عبادتیں، بالعموم ایک ساتھ ذکر کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول کے زمانے میں جب کچھ قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا تو خلیفہ اول حضرت ابو بکر نے ان کے ساتھ جنگ کی۔ حضرت ابو بکر کا استدلال بھی تھا کہ قرآن میں نماز و زکوٰۃ کا حکم ایک ساتھ ہے، لہذا جو شخص ان دونوں کے درمیان تفریق کرے گا میں اس کے ساتھ جنگ کروں گا۔

جی ہیں۔  
اے ہے اور  
مدقہ یعنی  
ہو جاتے  
ورصدہ  
پہلوؤں  
ذریعہ  
کاتابع  
اوندی

پر نماز

جس طرح نماز انسان کے اوپر خدا کا حق ہے، اسی طرح زکوٰۃ انسان کے اوپر معاشرہ کا حق ہے۔ انسانی معاشرے میں سب طرح کے لوگ رہتے ہیں۔ صاحب ثروت بھی ہوتے ہیں اور نادار و مفلس بھی ہوتے ہیں۔ امیروں کی دولت تہا ان کی نہیں ہوتی بلکہ امیر و غریب مل کر جو معاشرہ بناتے ہیں دولت بینا دی طور پر اس معاشرہ کی پیداوار ہوتی ہے۔ معاشرہ کے اندر کاروبار اور ضروریات زندگی کی کفالت ایک ایسا سلسلہ ہے جو پورے معاشرے کو باہم مربوط رکھتا ہے اور یہی ربط باہمی ہے جس کے لئے روپیے پیسے درمیانی واسطہ کا کام کرتے ہیں، مال و دولت گویا ایک دھاگا ہے جو پوری سوسائٹی کو باہم جوڑے رکھتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ معاشری سرگرمی قائم رہتی ہے ورنہ صرف امیروں کی دولت ان کے کسی کام کی نہیں ہے۔ اگر انہا تی دولت مند آدمی ریگستان میں اپنی تمام دولت کے ساتھ ہو تو اس کو سب سے عزیز دولت روپیے پیسے نہیں ہوں گے بلکہ کھانا اور پانی ہو گا۔ چونکہ معاشری سرگرمیوں کے جاری رہنے میں غریبوں اور ناداروں کا بھی اہم حصہ ہوتا ہے اس لئے ان کے حقوق بھی امیروں کی دولت میں ثابت ہیں، اور معاشرے کے امیر لوگوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کمزور لوگوں کا نہ صرف خیال رکھیں، ان کی ضروریات کی تکمیل کریں بلکہ اس کی بھی کوشش کریں کہ وہ بھی معاشری طور پر خود کفیل ہو جائیں۔ امیروں کی اس ذمہ داری کا کم سے کم درجہ زکوٰۃ ہے کہ وہ اپنے فاضل اور ضرورت سے زیادہ مال میں سے ڈھائی فیصد ان غریبوں کو بھی دیں، تاکہ ان کی معاشری کفالت بھی ہو سکے۔ اسلام کی نظر میں دولت کے حوالے سے اصولی بات یہ ہے کہ دولت کو صرف امیروں کے درمیان گردش نہیں کرنا چاہئے، سورہ حشر میں ہے۔

**كُنْ لَا يَكُونَ دُولَةٌ بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (الحشر: 7)**

”تاکہ وہ تمہارے امیروں کے درمیان ہی گردش نہ کر کے رہ جائے۔“

اسلام میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنا بڑی نیکیوں میں سے ہے۔ قرآن و حدیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے، مثلاً

ایک جگہ ہے:

**وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَوةَ وَأَفْرِضُوا اللَّهَ قُرْضاً حَسَنَاً وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ  
تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ (مزمل: 20)**

”اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور جو تم آگے بھیجو گے اپنے واسطے اس کو خدا کے پاس پاؤ گے۔“

اس آیت میں زکوٰۃ دینے کا بھی حکم ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال خرچ کرنے کا حکم ہے۔ اور اس خرچ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے اپنے لئے قرض فرمایا ہے۔

ایک آیت میں یہ ہے:

**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفَقُوا مِنْ طَيِّبَاتٍ مَا كَسَبُتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجَنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ (البقرہ 267)**

”اے مسلمانوں اپنی کمائی میں سے کچھ اچھی چیزیں اور جو تم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں اس میں سے کچھ خیرات دو۔“

نے کی  
کی،  
نوم  
ول  
ھر

ایک آیت میں فرمایا گیا۔

الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ . وَالَّذِينَ فِي أُمُوْرِ الْهِمْ حَقٌ مَعْلُومٌ . لِلسَّائِلِ وَالْمُحْرُومِ -

(معارج: 23-20)

”جو اپنی نمازوں کو ہمیشہ ادا کرتے ہیں اور جن کے مالوں میں مالگانے والے اور محروم کا حصہ مقرر ہے۔“

معاشرہ کے ضرورت مندوں کی خبر گیری اسلام کی نظر میں عبادت ہے۔ زکوٰۃ کی فرضیت سے پہلے بھی خیرات کرنے اور نداروں کی مدد کا حکم موجود تھا، جیسے:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقْبَةُ . فَكُّ رَقَبَةٍ . أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذُي مَسْغَبَةٍ . بَيْتُمَا دَا مَقْرَبَةٍ . أَوْ مِسْكِينًا دَا مَتْرَبَةٍ (البلد: 12-16)

”اور تو کیا سمجھا وہ گھٹائی کیا ہے (کسی قرض دار، یا قیدی یا غلام) کی گردن چھڑانا یا بھوک کے دن میں ناتے کے کسی بن باپ کے بچے کو یا خاک میں پڑے ہوئے کسی محتاج کو کھانا کھلانا،“

ایک اور جگہ ہے:

فَدِلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتَيمَ . وَلَا يَحْصُلْ عَلَى طَعَامِ الْمُسْكِينِ . (اعون: 2-3)

”وہی ہے جو یتیم بچے کو دھنکارتا ہے اور غریب کے کھانا کھلانے پر آمادہ نہیں کرتا،“

اپنے مسلمانوں کی خوبیوں میں ایک بات یہ بتائی کہ وہ ضرورت مندوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتَيَمِّمًا وَأَسِيرًا . إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا . (الدھر: 8-9)

”اور وہ محتاج، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہم تم کو صرف خدا کے لئے کھلاتے ہیں۔ تم سے نہ بدلا چاہتے ہیں اور نہ شکریہ،“

احادیث میں بھی مال خرچ کرنے کا تذکرہ کثرت سے آیا ہے۔ اور بالکل شروع اسلام سے مال خرچ کرنے کی تاکید کی جاتی رہی ہے، بعثت نبوی کے چھٹے سال مسلمانوں نے جمشر کی طرف بھرث کی وہاں حضرت جعفر نے نجاشی کے دربار میں جو تقریر کی تھی اس میں یہ الفاظ بھی تھے ”اور وہ پیغمبر ہم کو یہ سکھاتا ہے کہ ہم نماز پڑھیں اور روزے رکھیں اور زکوٰۃ دیں“۔ اور اور پر مذکور آیات مبارکہ بھی مکہ کے شروع کے زمانے کی ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کی تربیت اس طرح کی ہے کہ وہ کثرت سے مال خرچ کریں اور مال کی محبت ان کے اور ان کے فرائض کے درمیان حائل نہ ہو جائے۔

خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تلقین ہر مذہب میں ہے، خواہ یہودیت، عیسائیت، ہندو مذہب، بدھ مت، جین مت، سکھ مت ہو غرض یہ کہ ہر مذہب میں خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے اور اپنے مال میں سے غریبوں کا حق نکالنے کا حکم موجود ہے البتہ مال

کو غریبوں تک پہنچانے کا معاملہ بالعموم افراط و فرط کا شکار ہو جاتا ہے کہیں سب کچھ خرچ کرنے کی بات ہے، کہیں دال کرنے کے لئے ایک قوم مخصوص ہے، کہیں دوسرا ہے امور ہیں، جن کی وجہ سے خدا کی راہ میں نکالے گئے مال کا راست فائدہ غریبوں اور ضرورتمندوں کو نہیں ہوتا، بلکہ اکثر انہی کو ہوتا ہے جو خود صاحب حیثیت ہیں۔ یا پھر غریبوں کے حق میں صرف نان شہینہ آتی ہے۔ وہ پیش تو بھر لیتے ہیں لیکن معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے قابل نہیں ہو پاتے۔

اسلام نے مال خرچ کرنے کے پورے نظام میں کچھ اصلاحات کیں تاکہ ان کا فائدہ غریبوں کو ملے اور پورا پورا فائدہ ملے نیز اس کے فوائد پائیدار اثرات مرتب کریں۔

اسلام نے صدقہ و خیرات کے سلسلہ میں پہلی اصلاح تو یہ فرمائی کہ صدقہ و خیرات کو عبادت کا درجہ دیا۔ اور جس طرح انسان کے اوپر نماز فرض ہے اسی طرح اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کو بھی فرض قرار دیا، جیسا کہ اوپر متعدد آیات اور احادیث کے حوالے سے گذر چکا ہے، غریبوں کی مدحتا جوں کی خبر گیری اور بیماروں کی تیاداری کو خالص عبادت کا درجہ عطا فرمایا۔ اس سلسلہ کی اور بھی روایات ہیں جن میں سماجی خدمات کی اس تعبدی صفت کو اچھی طرح بیان کیا گیا ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم، میں یہاں ہو گیا تھا تو نے میری عیادت نہ کی، بندہ عرض کرے گا اے رب میں بھلا تیری عیادت کیسے کرتا۔ تو وسیب کا پالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ یہاں رکھا لیکن تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کو آتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا اے رب میں تجھ کو کیونکر کھانا کھلاتا، تو تو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے نہیں معلوم میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نہیں کھلایا اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اسے میرے پاس پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نہیں پلایا۔ بندہ عرض کرے گا اے رب میں تجھے پانی کیونکر پلاتا تو تو رب العالمین ہے، خدا فرمائے گا: میرے فلاں پیاسے بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نہیں پلایا، اگر تو اس کو پانی پلاتا تو اسے میرے پاس پاتا۔ (مسلم)

یہ مسلم شریف کی ایک روایت ہے جس میں خالص سماجی معاملات کی اتنی اہمیت بیان کی گئی ہے گویا وہ خالص تعبدی امور ہوں، اس طرح اسلام خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بندوں کی خبر گیری کرنے، بھوکوں کو کھانا کھلانے، تیموں کی کفالت کرنے مقرر وضوں اور قیدیوں کو رہا کرانے میں انسان کی کوششوں کو عبادت کا درجہ دیتا ہے۔

صدقہ و زکوٰۃ کے لئے اسلام کی دوسری اصلاح یہ ہے کہ زکوٰۃ لینا، یا صدقہ پر محصر رہنا اسلام کی نظر میں نیکی نہیں ہے، بلکہ عیوب ہے اور انسان کو چاہئے کہ اس عیوب کو دور کرے۔ قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر مال خرچ کرنے کی ترغیب ہے۔ لیکن ایک جگہ بھی امداد قول کرنے کی بات نہیں کہی گئی ہے، مال و دولت کی ذخیرہ اندوزی کی توند مدت ہے لیکن محنت کرنے یا مال کھانے کی نہ مدت نہیں ہے۔ بلکہ بعض عبادات کے فوائد میں لکھا ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مال و دولت بھی فراوانی سے عطا فرمائے گا، مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَارًاٍ . يُوْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مُذْرَارًاٍ . وَيُمْدِذُكُمْ بِأَمْوَالٍ  
وَبَيْنِنَّ وَيَجْعَلُ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلُ لَكُمْ أَنْهَارًا (نوح: 12-10)

”پس میں نے کہا لوگوں پر رب سے استغفار کرو، بے شک وہ معاف کرنے والا ہے، وہ تم پر آسمان  
سے خوب بارش برسائے گا اور تمہارے مال واولاد میں اضافہ کرے گا اور تمہارے لئے باغات پیدا  
کرے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔“

اس سورہ میں آگے یہ بھی تایا گیا ہے کہ منکرین نے حضرت نوح کی پیروی تو کی نہیں بلکہ غیروں کی اتباع کی جس نے ان کے  
مال واولاد میں سوائے نقصان کے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

اللہ کے رسول نے بھی لوگوں کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور خود سوال نہ کرنے کی تلقین فرمائی، ایک روایت میں آیا ہے  
کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص (بلا ضرورت) سوال کرتا رہے گا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس طرح ملے گا کہ  
اس کے چہرے پر گوشت نہ ہوگا، (بخاری)، ایک روایت میں ہے کہ سوال کرنا مالدار آدمی کے لئے جائز نہیں ہے اور نہ تو انا و  
تدرست آدمی کے لئے جائز ہے۔ البتہ ایسے شخص کے لئے جائز ہے جس کے افلام نے اس کو زمین پر گردایا ہو یا جوتا و ان یا قرض  
کے بوجھ سے دب گیا ہو، اور جو شخص اپنے مال کو بڑھانے کے لئے لوگوں سے سوال کرے تو یہ سوال قیامت کے روز اس کے چہرے  
پر ایک زخم ہوگا، اور جہنم کا گرم پتھر ہوگا جس کو وہ کھائے گا۔ (ابوداؤد)۔

اسلام نے نہ صرف سوال سے بچنے کی تلقین کی ہے بلکہ آگے بڑھ کر ضرورت مندوں کی امداد و اعانت کا حکم دیا ہے، بخاری و  
مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر  
مسلمان کے ذمہ صدقہ دینا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس دینے کو نہ ہو تو کیا کرے، رسول اللہ نے فرمایا محنت کر کے  
کمائے اس طرح خود بھی فائدہ اٹھائے اور صدقہ بھی کرے، لوگوں نے عرض کیا اگر وہ اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو یا یہ بھی نہ کر سکے،  
آپ نے فرمایا تو کسی غمزدہ ضرورت مند کی مدد کرے، لوگوں نے کہا، اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے، آپ نے فرمایا لوگوں کو نیکی کا حکم کرے،  
لوگوں نے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کر سکے تو آپ نے فرمایا اپنے آپ نو برائی درثیر سے بچائے کہ یہ بھی صدقہ ہے۔ (بخاری، مسلم)

اسلام نے اس طرح ایک معاشرہ تعمیر کیا جس میں مانگنا باعث ذات ٹھہرا اور دینا باعث عزت۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ  
اوپر والا ہاتھ یخچ والے ہاتھ سے باہر ہے۔ (الیاد العلیا خیر من الید السفلی)

اسلام نے زکوٰۃ کے معاملے میں تیسری بڑی اصلاح یہ کی کہ زکوٰۃ اور صدقات کے مصارف میں سے اس طبقہ کو بیک بینی و  
دو گوش باہر کال دیا جوتا رہنے کے پورے دورانیہ میں عطیات و خیرات کا یکا و تہما مالک بنار ہا ہے۔ یعنی مذہبی طبقہ، اور واضح طور پر فرمایا  
کہ یہ اموال غریبوں کا حق ہیں لہذا ان کے مستحق صرف غریب لوگ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس کا عملی  
نمونہ پیش کیا تاکہ مذہبی طبقہ وجود میں ہی نہ آئے۔ آپ نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں ہے، اس طرح اسلام نے اس کو یقینی  
بنایا کہ زکوٰۃ اس کے مستحقین یعنی غریبوں تک پہنچ جائے۔

اسلام نے زکوٰۃ و صدقات کی اہمیت کے ساتھ اس کے آداب بھی بتائے، قدیم اقوام میں جو خیرات کے طریقہ تھے ان کی اصلاح کی اور زکوٰۃ کے واجب ہونے کے مصالح بھی بیان کئے۔ زکوٰۃ کے مصالح اور فوائد میں عبادت کا جو پہلو ہے اور خدا کے حکم کو پورا کرنے کا جو ثواب ہے، اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے کی حوصلیت ہے ان سب کے علاوہ زکوٰۃ کے انسانی زندگی پر غیر معمولی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ انسانی معاشرہ زکوٰۃ کے نظام سے مضبوط معاشری بنیادوں پر استوار ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے اس دینی اور اخروی مصالح کا تذکرہ عصر حاضر کے دو بڑے اہل علم کے حوالے سے کیا جاتا ہے، مولانا علی میاں نے زکوٰۃ کے اخروی فائدوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”بہت سے معاصر اہل قلم اور اہل فکر جو جدید معاشری فلسفوں اور علم الاقتصاد کی غیر معمولی اہمیت اور ہمہ گیری سے کم و بیش متاثر اور ڈھنی طور پر مرجوٰ ہیں سارا زور زکوٰۃ کے اقتصادی مصالح اور منافع پر پرستی ہیں اور اس کو صرف ایک عادلانہ نیکس قرار دیتے ہیں یا زیاد و محتاط الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان تحریروں کو پڑھنے والا کم از کم یہ محسوس کرتا ہے کہ ان کی رائے زکوٰۃ کے بارے میں یہ ہے کہ دنیا کے معاشری نظاموں نے اب تک جتنے نیکس انسانی سوسائٹی پر عائد کئے ہیں، یہ اسلامی نیکس ان سب سے زیاد ”حکیماں“، منصفانہ اور متوازن ہے، اس لحاظ سے وہ یہ سمجھنے پر بجور ہیں کہ زکوٰۃ اشتراکیت کی نہایت منظم شیزاد بڑا سکتو ہے جسے اسلام نے اپنی ترقی اور عروج کے بہترین زمانے میں دنیا کے سامنے پیش کیا تھا، وہ (چند مستحبہ، و چھوڑ کر) زکوٰۃ کی اس تحقیقی روح کو فراموش کر جاتے ہیں جو اس کے پورے نظام میں جاری و ساری ہے۔ یہ روح ہے عبادت اور تقرب الہی کی۔ اسی طرح وہ اس کے بنیادی مقصد اور اصل حکمت و مصلحت کو نظر انداز کر دیتے ہیں یعنی نفس کو بخل، خود غرضی، انانیت اور فقراء کی حق تلقی اور قلب کو قساوت سے پاک و صاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی قبولیت و رضا حاصل کرنے اور فقراء وضعفاء کی دلداری اور ہمدردی کے نتیجے میں مال میں پاکی اور نورانیت اور خیر و برکت کا ظہور۔“ (ارکان اربعہ ص 141)

زکوٰۃ کے معاشرتی اور سماجی نیز معاشری فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا مودودی نے لکھا ہے:

”یہ مسلمانوں کی کو آپریٹو سوسائٹی ہے، یہ ان کی انشوریں سمجھنی ہے، یہ ان کا پروایٹنٹ فنڈ ہے۔ یہ ان کے لئے بے کاروں کا سرمایہ اعانت ہے۔ یہ ان کے لئے معذروں، اپاہجوں، بیماروں، یتیموں، بیواؤں کا ذریعہ معاش ہے۔ اور ان سب سے بڑھ کر یہ وہ چیز ہے جو مسلمانوں کو فکر فردا سے بالکل بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس کا سیدھا سادہ اصول یہ ہے کہ آج تم بالدار ہو تو دوسروں کی مدد کرو، کل تم نادار ہو گئے تو دوسرے تھماری مدد کریں گے تمہیں یہ فکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ مفلس ہو گئے تو کیا ہو گا، مر گئے تو بیوی کا کیا حشر ہو گا۔ کوئی آفت ناگہانی آپڑی بیمار ہو گئے، گھر میں آگ لگ گئی، سیلا ب آگیا، دیوالیہ نکل گیا تو ان مصیبتوں سے خلاصی کی کیا سہیل ہو گی۔ سفر میں پیسہ پاس نہ ہو تو کیونکر گذر بس رہو گی، ان سب فکروں سے صرف زکوٰۃ تم کو ہمیشہ کے لئے بے نیاز کر دیتی ہے۔ تمہارا کام بس اتنا ہے کہ اپنی پس انداز کی ہوئی دولت میں سے ڈھانی

فیصلہ کے کرائد کی انسورنس کمپنی میں اپنا بیسہ کرالو، اس وقت تم کو اس دولت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں کے کام آئے گی جو اس کے ضرورت مند ہیں۔ کل جب تم ضرورت مند ہو گے یا تمہاری اولاد ضرورت مند ہو گی تو نہ صرف تمہارا اپنا دیہ و امال بلکہ اس سے زیادہ تم کو واپس مل جائیگا۔“ (اسلام اور جدید معاشی نظریات ص 156-157)

زکوٰۃ ایک عبادت ہے اس کی تعبدی اہمیت اپنی جگہ ہے اور اصل وہی ہے لیکن اگر کسی عبادت کے دیگر فوائد نص میں مذکور ہوں یا ان کو عقل و بدابہت سے سمجھا جائے تو ان فوائد کو ملحوظ خاطر رکھنا غلط نہیں ہے۔ اوپر دونوں طرح کی رائیں دی گئی ہیں ایک میں زکوٰۃ کے اخروی اور اخلاقی فوائد کا تذکرہ ہے اور دوسرا میں زکوٰۃ کے معاشی فوائد کا بیان ہے۔ دونوں قسم کے فوائد کی اہمیت ہے اور ان میں کوئی تضاد نہیں ہے، زکوٰۃ کے اخلاقی فوائد معاشرہ کے ضرورت مند افراد کی خبر گیری کا ذریعہ بھی ہے، زکوٰۃ کے مصارف کا بیان خود اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی معاشی اہمیت بھی بہت ہے۔ مصارف زکوٰۃ میں انفرادی اور اجتماعی ضرورت کے جتنے موقع ہیں سب کا احاطہ کر لیا گیا ہے، اس میں غریب، بخیاج، مسافر، مقروض، قیدی اور فی سبیل اللہ کی مدد ہیں اور ان مدد کی اہمیت سراسر معاشی ہے۔ عصر حاضر کے ایک اور بڑے عالم حکیم الطاف احمد عظمی نے ان آراء میں مزید توازن پیدا کرتے ہوئے مصالح زکوٰۃ کے باب میں لکھا ہے:

”اسلام نے جتنی عبادات فرض کی ہیں ان کا اصلی مقصد تو تقویٰ پیدا کرنا ہے یعنی نفس کی مخالفت اور خدا کی برضا و رغبت فرم برداری۔ لیکن حکیم مطلق نے اپنے بندوں کی فلاج کے خیال سے ان عبادات کے لئے جو ضابطہ عمل مقرر کیا اس میں روحانی منافع کے ساتھ ساتھ دنیاوی مصالح و منافع کی بڑی حکیمانہ رعایت رکھی ہے، مثلاً نماز کو لیں، اس کا مقصد خدا کا ذکر ہے، اور اس ذکر کے ذریعہ اس سے حسی اور جذباتی طور پر جائز ہے۔ اس ذکر کا روحانی فائدہ یہ ہے کہ نمازی اس کے ذریعہ فواحش و منکرات سے محفوظ رہتا ہے۔ (سورہ عنکبوت 45) ٹھیک یہی معاملہ زکوٰۃ کا ہے اس کا بنیادی مقصد نفس کا تذکرہ ہے۔ یعنی حرص و بخل کی آلاتشوں سے نفس کو پاک کرنا، تاکہ بندہ حب مال کی بندش سے آزاد ہو جائے کہ یہ چیز خدا کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے لیکن اس غرض کے حصول کے لئے جو طریقہ بتایا گیا اور اس کے لئے جو قوانین وضع کئے گئے ان میں بندوں کے معاشی مصالح کی پوری رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ مصارف زکوٰۃ سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔“ (اسلامی عبادات ص 252-253)

#### 8.4 نصایب زکوٰۃ

زکوٰۃ اور صدقات کے لئے اسلام میں تحریض و تشویق زیادہ کی گئی ہے قواعد و ضوابط کم بیان کئے گئے ہیں۔ اصل چیز مال خرچ کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے اس لئے اس کو صرف ایک حد تک ہی اصول و ضابطوں کا پابند بنایا ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ آدمی اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرے چاہئے امیر ہو یا غریب ہر حال میں مال خرچ کرے، اس کے پاس جو ضرورت سے فاضل ہو اس کو خرچ کرے، اگر کچھ بھی نہیں ہے تو کما کر خرچ کرے لیکن راہ خداوندی میں مال ضرور خرچ کرے۔

مذکور ہوں  
میں زکوٰۃ  
اے اور ان  
زکوٰۃ کے  
رلت کے  
نامات  
تھے

فرض زکوٰۃ کے لئے اسلام نے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے کہ وہ امیروں پر فرض ہے، غریبوں پر نہیں، لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کے لئے امیر ہونے کے ساتھ اور بھی شرائط ہیں۔ سب سے پہلی شرط تو امیر ہونا ہے۔ شریعت کی نظر میں ہر وہ شخص امیر ہے جس کے پاس اس کی بنیادی ضروریات سے فاضل مال اتنا ہو کہ اس کی مالیت سماڑ ہے سات تولہ سونا یا سماڑ ہے باون تولہ چاندی کے بقدر ہو جائے، یا اس کے پاس بالفعل کم از کم اتنا سونا یا چاندی موجود ہو۔ اس کو اسلام کی اصطلاح میں امیر کہتے ہیں۔ اور اس مقدار کو نصاب کہتے ہیں، جس آدمی کے پاس اتنی مالیت ہو وہ امیر ہے۔ اور امیر پر ہی زکوٰۃ فرض ہوگی۔

وجوب زکوٰۃ کی دوسری شرط یہ ہے کہ یہ مال نامی ہو۔ یعنی اس کے منافع آمدنی کی شکل میں انسان کو حاصل ہوتے ہوں۔ جس مال سے آمدنی نہ ہو یا اس کی آمدنی سے برآ راست استفادہ کا موقع نہ ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ مثلاً رہائشی مکان، کاشت کی زمین وغیرہ، ان چیزوں کی مالیت خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو وہ زکوٰۃ میں شامل نہیں ہوں گی۔ وجوب زکوٰۃ کی تیسرا شرط مال پر بالفعل تصرف کا اختیار ہونا ہے۔ جس مال پر کسی ایک شخص کی ملکیت تامہ یعنی پوری ملکیت ثابت ہو، اور وہ اس کو خرچ کر سکتا ہو، اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ پر او یعنی فنڈ یا قرض میں پھنسی ہوئی رقم وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اس لئے رفاقتی ادارے، تعلیمی مرکز، ٹرست، موقوفہ املاک یا مساجد وغیرہ پر زکوٰۃ عدم نہیں ہوتی۔

وجوب زکوٰۃ کے لئے چوتھی اور آخری شرط حوالان حول ہے۔ یعنی جب کوئی مالدار شخص شرعی اصطلاح کے مطابق نصاب زکوٰۃ کا مالک ہو جائے تو اس پر اس وقت زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، وہ زکوٰۃ ادا کرنے کے لائق اس وقت ہو گا جب یا امیری پائیدار ہو، لمحاتی نہ ہو۔ اس کا معیار اسلام نے یہ رکھا ہے کہ اس کے پاس بقدر نصاب مالیت ایک سال تک باقی بھی رہے، تب زکوٰۃ واجب ہوگی، اگر ایک سال سے قبل وہ پھر غریب ہو گیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

کسانوں پر ان کی فصلوں میں اور مویشی پالنے والوں پر ان کے مویشیوں میں بھی زکوٰۃ ہے۔ اور اسلام نے اس کی بھی کم سے کم مقدار متعین کی ہے۔ زینی پیداوار میں اسلام نے ایک فرق اور کیا ہے کہ جس زمین کی سینچائی کسان نے خود کی ہو اس میں سے زکوٰۃ کم لی جائے گی اور جس کی سینچائی آسمانی پانی سے ہوئی ہو اس کی زکوٰۃ زیادہ لی جائے گی۔

نقد یا مال تجارت میں زکوٰۃ کی مقدار ڈھائی قیصد ہے۔ اور زرعی پیداوار اور مویشیوں میں زکوٰۃ کی مقدار آگے دیجئے چاہئے میں واضح کی گئی ہے۔

نام	مقدار نصاب	مقدار متعین	زکوٰۃ کی شرح
سونا	سماڑ ہے سات تولہ	ڈھائی قیصد	
چاندی	سماڑ ہے باون تولہ	ڈھائی قیصد	
نقدی	سو نے یا چاندی کے نصاب کے بقدر	ڈھائی قیصد	
بیسوال حصہ	بیسوال حصہ	حنجیہ کے نزدیک پیداوار کی کوئی مقدار متعین نہیں	زرعی پیداوار (اگر آب پاشی ہے، باقی انہم 5 وضق (تقریباً چھوٹکل ایک من خود کی ہے) اور تیرہ گلو) سے زائد پر ہی زکاۃ کے قائل ہیں۔

نام	مقدار نصاب	زرعی پیداوار (اگر بارش کے پانی سے سیخائی ہوئی ہے)	رسوم
دسوال حصہ	"	"	
ہر پانچ پر ایک بکری	5 سے زیادہ 24 تک		اوٹ
ایک عدد ایک سالہ اونٹی	25 سے 35 تک		"
دو سالہ اونٹی (ایک)	36 سے 45 تک		"
تین سالہ اونٹی (ایک)	46 سے 60 تک		"
چار سالہ اونٹی (ایک)	61 سے 75 تک		"
دو سالہ اونٹی (دو عدد)	76 سے 90 تک		"
تین سالہ اونٹی (دو عدد)	91 سے 120 تک		"
ہر چالیس پر دو سالہ اور ہر پچاس پر تین سالہ اونٹی۔	120 سے زائد		"
ہر تینیں گایوں پر دو سالہ ایک مچھڑا اور ہر چالیس گایوں پر تین سالہ ایک مچھڑا۔	30 عدد	گائے بھینس	
ایک بکری	40 سے زیادہ 120 تک		بکری
دو بکریاں	121 سے زیادہ 200 تک		"
تین بکریاں	201 سے زیادہ 399		"
ہر 100 پر ایک بکری	400 سے زائد		"
کل سامان تجارت کی مالیت کا ڈھائی فیصد	نصاب کے لئے سونے چاندی کا اعتبار ہوگا۔		سامان تجارت
ڈھائی فیصد۔	آمدی پر زکوٰۃ ہوگی، کارخانہ یا مشینوں پر نہیں ہوگی ہیرے، جواہرات، ٹیکتی کپڑے، ان سب میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ سواری، سامان، فرنچیز وغیرہ۔		کارخانہ



اسلام میں صدقات و خیرات کا مصرف کوئی مخصوص طبقہ نہیں ہے بلکہ ضرورت مند ہیں۔ اور صدقات نافذ کے لئے اسلام نے کوئی پابندی بھی نہیں لگائی ہے، جس کو چاہے صدقہ دے لیکن فرض صدقہ یعنی زکوٰۃ میں مصرف کی پابندی ہے، اگر ان مصارف میں زکوٰۃ دی گئی تب ہی زکاۃ ادا ہوگی، ان کے علاوہ اگر کسی اور کو زکوٰۃ دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اس لئے زکوٰۃ کا مصرف میں دینا ضروری ہے، اور دینا بھی ایسا کہ مصرف یعنی جس کو زکوٰۃ دی گئی ہے وہ اس مال زکوٰۃ کا مالک ہو جائے اور اس پر تصرف کا مکمل اختیار مل جائے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مصارف زکوٰۃ کا معاملہ نہ نبی کے اوپر چھوڑا اور نہ کسی اور پر بلکہ ان کا فیصلہ خود فرمادیا، چنانچہ اس کی آٹھ مددات مقرر کیں۔ (ابوداؤد)

زکوٰۃ غریبوں اور مسکینوں کا حق ہے، اس کے باوجود اسلام میں زکوٰۃ کی آٹھ مددات مقرر کی گئیں۔ یہ دراصل زکوٰۃ کے وسیع نظام اور وسیع تر فوائد کے لئے ہے کیوں کہ بسا اوقات صرف غریب ہی ضرورت مند نہیں ہوتے بلکہ امیر بھی ضرورت مند ہو جاتے ہیں، تو اگر زکوٰۃ صرف غریبوں کے لئے ہوتی تو ضرورت مند امیر بھی اسی معاشرے کا حصہ ہیں وہ ایک بڑی آسانی سے محروم ہو جاتے۔ اس لئے اسلام نے زکوٰۃ کے مصرف کے طور پر اصل بنیاد حاجت کو قرار دیا ہے۔ حاجت یا ضرورت چاہے یک گونہ دائمی ہو یا وقتی، یک گونہ دائمی حاجت فقیر و مسکین کی ہوتی ہے۔ اور وقتی حاجت مسافر و مقروض وغیرہ کی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں مصارف زکوٰۃ کا بیان اس طرح آیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤْلَفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (توبہ: 16)

”صدقات تو دراصل فقراء مسکین، عاملین زکوٰۃ، تالیف قلب کے مستحقین، نیز اس لئے ہیں کہ گردنوں کو چھڑانے، قرض داروں کے (قرض ادا کرنے) فی سبیل اللہ اور مسافروں کی امداد میں خرچ کئے جائیں“۔

اس آیت میں مذکور مصارف زکوٰۃ کی تفصیل یہ ہے۔

### 8.5.1 فقراء و مسکین

زکوٰۃ کا اولین مصرف فقراء و مسکین ہیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقراء و مسکین کون ہیں، علمانے ان دونوں مصارف کا ذکر کرتے ہوئے دو باتیں بیان کی ہیں ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ فقراء و مسکین متراوٹ الفاظ ہیں، اور دونوں سے مراد حاجت مندار ضرورت مندوں گی ہیں۔ اور الفاظ کی تکرار احتیاج کو بیان کرنے کے لئے ہوتی ہے ورنہ مفہوم کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔

زیادہ تر علماء دونوں کو الگ الگ بتاتے ہیں، اور فقیر و مسکین کی تعریف الگ الگ کرتے ہیں۔ حفیہ کے نزدیک فقیر وہ ہے جو صاحب نصاب نہ ہو یعنی اس کے پاس ملکیت تو ہو لیکن اتنی ملکیت نہ ہو کہ وہ صاحب نصاب ہو جائے اور مسکین اس کو کہتے ہیں جس کے پاس کوئی ملکیت نہ ہو۔

قرآن و حدیث کے نصوص سے ایک بات کا عندیہ ملتا ہے کہ وہ نادار جو لوگوں سے سوال نہیں کرتا وہ فقیر ہے۔ جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت 273 میں مذکور ہے۔ اور مسکین وہ ہے جو سوال کرتا ہے۔ مسکنت میں ذلت کا پہلو ہے اور اسلام میں سوال ایک ذلت ہی ہے اس لئے مسکین اس کو کہا جاتا ہے جو لوگوں سے سوال کرتا ہے اور فقیر وہ ہے جو سوال نہیں کرتا۔ حالانکہ اس کے برخیں بھی استعمال ہوا ہے اس طرح حاجت مندوں کی دو قسمیں ہو گئیں۔ اور اس لئے قرآن میں فقیر اور مسکین کو دو الگ الگ زمرے کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ ان دونوں زمروں کے تعین میں اور بھی گفتگو کی گئی ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ غریب آدمی جس کے پاس بقدر نصاب مال نہ ہو یا اس کی آمدی کے ذرائع اتنے ہوں کہ اس کے اور اس کے زیر کفالت لوگوں کے اخراجات پورے طور پر ان کی ضروریات کے لئے ناکافی ہوں، ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دی جانی چاہئے یہ زکوٰۃ کے اولین مصارف ہیں۔

### 8.5.2 عاملین زکوٰۃ

زکوٰۃ کا دوسرا مصرف وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کی وصولیابی اور تلقیم کا انتظام کرتے ہیں۔ ایسے لوگ اگر امیر ہوں اور خود صاحب نصاب ہوں تب بھی وہ زکوٰۃ لے سکتے ہیں، اس میں کوئی حرج نہیں۔ زکوٰۃ کی اس مد سے ایک اور نکتہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ زکوٰۃ کا انتظام اجتماعی ہونا چاہئے انفرادی نہیں۔ چوں کہ عاملین زکوٰۃ کا ایک پورا الحکمہ ہو گا جس کے تحت لوگ مختلف قسم کی زکوٰۃ وصول کریں گے اور پھر اس کو مستحقین تک پہنچائیں گے یہ کام انفرادی طور پر نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے اجتماعی نظام ضروری ہے۔ لیکن جیسا کہ دوسری نصوص میں صراحت ہے، اگر کوئی شخص انفرادی طور پر اپنے مال کی زکوٰۃ نکال دے تو یہ بھی جائز ہے۔

### 8.5.3 مؤلفۃ القلوب

ترتیب کے لحاظ سے مؤلفۃ القلوب زکوٰۃ کا چوتھا مصرف ہے۔ مؤلفۃ القلوب میں غیر مسلم یا جدید الاسلام لوگ شامل ہیں جن کی تالیف قلب کے ذریعہ ان کو اسلام کی طرف ترغیب دی جاتی ہے، رسول اللہ نے ایک غیر مسلم صفوان بن امیہ کو زکوٰۃ کے مال میں سے مددی تھی۔ اس لئے تالیف قلب کے مقصد سے غیر مسلم کو بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ ورنہ زکوٰۃ صرف مسلمانوں کا حق ہے۔

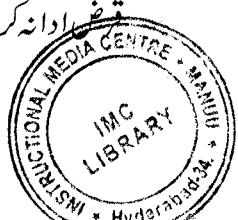
بعض علماء کے نزدیک یہ مدعیٰ ممؤلفۃ القلوب اب منسوخ ہو چکی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس مد کے بارے میں فرمایا تھا کہ مؤلفۃ القلوب کو زکوٰۃ جب دی جاتی تھی جب اسلام کمزور تھا اس کی ضرورت نہیں ہے۔

### 8.5.4 غلاموں کی آزادی

زکوٰۃ کا پانچواں مصرف غلاموں کو آزاد کرنا ہے، یہ مابدله ہوئے حالات میں باقی نہیں رہی۔

### 8.5.5 مقروض

زکوٰۃ کا چھٹا مصرف غارم یعنی مقروض ہیں۔ ایک شخص چاہے عام حالات میں زکوٰۃ کا مستحق نہ ہو لیکن اگر وہ کسی وجہ سے مقروض ہو جائے تو اس کی قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کی مد سے بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن مقروض کے سلسلہ میں فقهاء نے بعض شرائط لکھی ہیں۔ جیسے قرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے اس کو ذلت کا سامنا ہو، قرض کسی معصیت کے لئے نہ لیا ہو، نمود و نمائش یا تقریب وغیرہ میں اسراف کے



اکہ سورہ  
ب ذلت

عس بھی  
کے طور

کے پاس  
رپران

احب  
نظام  
گے اور  
وسری

جن  
میں  
لائف

لئے بھی مفرض نہ ہوا ہو وغیرہ۔ اگر کسی واقعی مجبوری کی وجہ سے مفرض ہوا ہے تو اس کے قرض کی ادائے گی زکوٰۃ کے مال سے کی جاسکتی ہے۔

### 8.5.6 فی سبیل اللہ

زکوٰۃ کا ساتوال مصرف فی سبیل اللہ ہے۔ فی سبیل اللہ میں بڑی وسعت ہے۔ اس میں جہاد، ہجرت، اشاعت اسلام اور موجودہ زمانے میں مدارس اسلامیہ اور دعویٰ لٹرچر کی تیاری وغیرہ آتے ہیں۔ زکوٰۃ کی مدت ان تمام امور میں امداد کی جاسکتی ہے۔ بعض علماء فی سبیل اللہ کی مدد کو جہاد تک محدود رکھتے ہیں۔

### 8.5.7 ابن السبیل (مسافر)

زکوٰۃ کا آٹھواں مصرف ابن السبیل ہے یعنی مسافر، مسافر حالت سفر میں ایک غریب ہی کے مانند ہو جاتا ہے چونکہ مسافر اپنے گھر پہنچا ہے امیر ہو لیکن اس کی دولت اس سے دور ہے اس لئے مسافروں کی امداد بھی زکوٰۃ کی مدد سے کی جاسکتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں بعض سہولیات ایسی فراہم ہو گئی ہیں کہ تصرفات مالیہ کے لیے بھی فاصلے بے معنی ہو گئے، وہیں اے اُمیم کی سہولت نے انسان کو ہر جگہ یہ موقعہ فراہم کر دیا ہے کہ وہ اپنے اکاؤنٹ سے پہنچے نکال سکتا ہے اس لیے ابن السبیل کی مدد کا استعمال بھی بشاذ و نادر ہی ہو گا۔

## 8.6 طریقہ زکوٰۃ

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب حوالان حول ہو جائے یعنی نصاب پر ایک سال گذر جائے تو فوراً زکوٰۃ ادا کر دی جائے، اور اگر غلہ یا اجناس کی قسم ہو تو جسے ہی فصل تیار ہو کر گھر آجائے فوراً عشر یا نصف عشر نکال دیا جائے، اگر مویشی ہوں تو جسے ہی مویشیوں کی تعداد نصاب کو پہنچ جائے تو فوراً ادا کر دی جائے۔ زکوٰۃ کی ادائے گی میں تاخیر گناہ کا سبب ہے۔ البتہ تخلیل کی جاسکتی ہے، مثلاً کسی کے اوپر شوال کے مہینہ میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے لیکن وہ رمضان میں نکالنا چاہیے تو رمضان میں زکوٰۃ نکال سکتا ہے اس کی شوال تک کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

زکوٰۃ فرض ہوتے ہی ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ زکوٰۃ کے روپیہ یا عشر کا غلہ الگ کر کے رکھ لیا جائے اور اس کو حسب سہولت خرچ کیا جائے تو چائز ہے۔

زکوٰۃ چونکہ فرض ہے اس لئے زکوٰۃ نکالنے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسے مستحق زکوٰۃ تک پہنچائے، اگر زکوٰۃ مستحق تک نہیں پہنچی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی۔ البتہ جہاں زکوٰۃ کا اجتماعی نظام ہے تو نظام پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ زکوٰۃ کی رقم کو زکوٰۃ کہہ کر دینا ضروری نہیں ہے بلکہ یہ تحفہ یا بغیر کسی نام کے دی جاسکتی ہے۔ البتہ دینے والے کی نیت زکوٰۃ کی ہونی چاہیے۔ زکوٰۃ دینے والے کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ مال زکوٰۃ میں سے دیا جا رہا ہے۔

زکوٰۃ ان لوگوں کو نہیں دی جاسکتی جن کی کفالت زکوٰۃ دینے والے کے ذمہ واجب ہے۔ ان کے علاوہ باقی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، بلکہ پسندیدہ ہے کہ اگر زکوٰۃ انفرادی طور پر نکالی جائی ہو تو اپنے قریبی رشتہ داروں کو دی جائے۔

زکوٰۃ میں اس کا اہتمام کرنا چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو مستحق زکوٰۃ کی اس طرح ادا کی جائے کہ آگے چل کر وہ خود زکوٰۃ دینے والا ہو جائے۔ یعنی زکوٰۃ بھیک نہیں ہے معاشی سرگرمی ہے۔

قرض اور ادھار کی بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ قرض جب ادا ہو تو اس وقت اس کی زکوٰۃ ادا کی جائے، مثلاً اگر دوسال کے بعد قرض ادا ہو تو ایک ساتھ دوسال کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی اور تین سال بعد قرض ادا ہو تو تین سال کی زکوٰۃ واجب ہو گی۔ قرض کے معاملے کی آدمی اپنے طور پر بھی تنظیم کر سکتا ہے مثلاً اپنے پاس سے قرض کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے جب قرض وصول ہو جائے گا تو اس میں سے زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اسی طرح تھوڑا تھوڑا اوصول ہوتا رہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے۔

قرض کی کئی فسمیں ہیں۔ قرض کی ایک قسم دین ضعیف ہے۔ وہ ایسا قرض ہوتا ہے جس پر انسان کو ابھی تک مالکانہ حق حاصل ہی نہیں ہوئے تھے لیکن اس کا حق ثابت ہو گیا ایسے مال میں سے قرض کی وصولی کے فوراً بعد زکوٰۃ نکالنا ضروری نہیں ہے بلکہ مال کے قبضہ میں آنے کے بعد اس پر سال گذرنا ضروری ہے تب زکوٰۃ واجب ہو گی، اس لئے کہ مال کی وصولیابی کے بعد ہی اس پر ملکیت اور تصرف کا حق اس کو ملا تھا۔ مثلاً مہر کی رقم اسی طرح پر اور یہ نہ فند وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے کہ جب وہ مال ملے گا تب اس پر ملکیت ثابت ہو گی اور اس کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی۔ بینک میں جمع شدہ رقم یا فکس ڈپاٹ وغیرہ کا منسلکہ یہ ہے کہ وہ نصاب زکوٰۃ میں شامل ہو گی، البتہ بینک سے جو سود ملتا ہے وہ مال زکوٰۃ کے قابل نہیں ہے۔ اس کو بلانیت ثواب کسی کو دینا ضروری ہے۔

زکوٰۃ کے سلسلہ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ جس علاقے سے وصول کی جائے گی اصلاً اس کے مستحق اسی علاقے کے غرباء و مسکین ہیں۔ دوسری بھگہ صرف کی جائے تو جائز ہے، بہتر یہی ہے کہ جہاں سے زکوٰۃ وصول ہوئی ہے اسی علاقے میں صرف کی جائے۔

## 8.7 خلاصہ

زکوٰۃ کے لفظی معنی پاک کرنے اور بڑھنے کے آتے ہیں۔ زکوٰۃ کے ذریعہ انسان اپنے مال کو پاک کرتا ہے۔ اس لیے اس کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور اللہ اموال میں اضافہ فرماتا ہے، ان کو بڑھاتا ہے اس لئے بھی زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ زکوٰۃ اسلام میں ایک بنیادی رکن ہے۔ قرآن مجید میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کے ادا کرنے کا حکم کثرت سے ایک ساتھ آیا ہے۔ اس لئے نماز اور زکوٰۃ دونوں کو ایک درجہ کا فریضہ مانا جاتا ہے، زکوٰۃ دراصل مالی عبادت ہے اور نماز بدنسی عبادت ہے۔ ایک عبادت انسان کو دربار خداوندی میں پہنچاتی ہے اور دوسری عبادات ترکیہ کر کے اس کو پاک کرتی ہے۔

اسلام کی نظر میں غریبوں کی امداد و اعانت بہت بنیادی ذمہ داری ہے اور غربت و افلas ایک طرح کی ذلت و خواری ہے۔ اس لئے اسلام میں سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے اور غربت و افلas کی پستی سے نکل کر جو دوستخانہ کی بلندی تک پہنچنے کو پسند فرمایا گیا ہے۔

اسلام نے مال خرچ کرنے میں کچھ بنیادی اصلاحات بھی کی ہیں۔ مثلاً جو مال خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے اس کے مستحق صرف غریب لوگ ہیں۔ کوئی مخصوص نسل، یا طبقہ، یا قوم نہیں ہے اور زکوٰۃ کا ایک مقصد معاشرے سے غربت کا خاتمه کرنا ہے۔ یعنی معاشی سرگرمیوں میں اضافہ کرنا۔

بینے والا

جائے،

واجب

بول ہو

حاصل

ل کے

ات اور

ثابت

شامل

ربادو

تے۔

اس کو

بیادی

ایک

انہیچا تی

اس

ستحق

یعنی

زکوٰۃ صرف امیروں پر فرض ہے اور اسلام کی نظر میں امیر وہ ہے جو صاحب نصاب ہو یعنی اس کے پاس اس کی بیادی ضروریات (مکان، سواری، لباس، فرنچیپ اور زمین جائیداد) کے علاوہ سائز ہے سات توہ سونا یا سائز ہے باون توہ چاندی یا اتنی مالیت کا روپیہ ہوں اور ان پر ایک سال گزر جائے اس کو اصطلاح میں حوالان حول کہتے ہیں۔

زکوٰۃ جس طرح سونا و چاندی میں ہے اسی طرح زمینی پیدا اور اور مویشیوں میں بھی ہے۔ سونا چاندی میں زکوٰۃ ڈھائی فیصد ہے اور زمینی پیدا اور کی سینچائی اگر بارش کے پانی سے ہوئی ہے تو دسوال حصہ اور اگر خود سینچائی کی ہے تو بیسوال حصہ نکالنا ضروری ہے۔

قرآن مجید کی رو سے مصارف زکوٰۃ آٹھ ہیں۔ فقراء و مساکین، عالمین زکوٰۃ، مؤلفۃ القلوب، مقروض، غلام، مسافر اور ان کے علاوہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا۔ یعنی فی سبیل اللہ بھی ایک باضابطہ مدد ہے۔

زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب حوالان حول ہو جائے تو فوراً زکوٰۃ نکال دی جائے۔ اگر فوری طور پر کوئی مستحق زکوٰۃ نہ ملے تو بھی زکوٰۃ کا نکالنا ضروری ہے یعنی اس کو الگ کر کے رکھ لے اور حسب سہولت مصرف زکوٰۃ کو دے دے، زکوٰۃ وقت سے پہلے بھی ادا کی جاسکتی ہے۔ البتہ وقت ہو جانے کے بعد زکوٰۃ کے مال کو معین کر کے رکھ دینا ضروری ہے۔

زکوٰۃ صرف ان لوگوں کو نہیں دی جاسکتی جن کی کفالت انسان کے ذمہ واجب ہے۔ ان کے علاوہ ہر ایک غریب کو دی جاسکتی ہے اس لئے اگر انفرادی طور پر زکوٰۃ نکالے تو پسندیدہ ہے کہ اگر اس کے اقرباء و اعزاء غریب ہوں تو پہلے ان کو زکوٰۃ دے، زکوٰۃ کو ہدیہ یا تخفہ کے نام سے بھی دیا جاسکتا ہے، لفظ زکوٰۃ کہہ کر دینا ضروری نہیں ہے۔

## 8.8 نمونے کے امتحانی سوالات

1. انسانی معاشرہ پر زکوٰۃ کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

2. صاحب نصاب ہونے کا کیا مطلب ہے؟

3. زکوٰۃ کے مصارف کون کون سے ہیں؟

## 8.9 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

1. سیرۃ النبی سید سلیمان ندوی

2. اسلامی فقہ مولانا مجیب اللہ ندوی

3. اسلامی عبادات الطاف احمد عظی

4. اسلام ایک نظر میں مولانا صدر الدین اصلاحی

5. اسلامی عبادات عفیف عبدالفتاح طیارہ